قرآن حکیم اور ہم

حافظ محمد آصف احسان عبدالباقی

کتاب ہدایت یعنی قران حکیم اپنی جلالت قدر اور عظمت شان کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم ترین نعمت ہے جس کا وجود انسانیت کیلیے باعث راحت ورحمت ہے۔ اگرچہ تورات اور انجیل وغیرہ بھی الہامی کتب ہیں لیکن یہ امتداد زمانہ اور مرور ایام کے ساتھ کئی قسم کی لفظی و معنوی تحریفوں کا شکار ہو چکی ہیں جبکہ قران حکیم کا اعجاز ہے کہ یہ ہر قسم کی کمی و بیشی سے یکسر محفوظ و مامون ہے کیونکہ جس ذات پاک نے اسے نازل کیا ہے وہی اس کی حفاظت وصیانت کرنے کی بھی ذمہ دار ہے چنانچہ فرمایا:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون

یعنی بلا شبہ یہ (کتاب) نصیحت ہمیں نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔ (سورۃ الحجر آیت ۹)

اور فرمایا:

ان الذین کفروا بالذکر لما جآء هم وانه لکتب عزیز. لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید.

یعنی جن لوگوں نے نصیحت کو نہ مانا جب وہ ان کے پاس آئی اور یہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہے اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ دانا اور خوبیوں والے (خدا کی طرف سے) کی اتاری ہوئی ہے۔ (سورۃ فصلت :۴۱-۴۲)

قرآن پاک کی آیات کریمہ ایک عظیم گنجینہ حکمت کی امین ہیں ان میں اسرار ورموز اور معارف ونکات کے ان گنت خزانے پوشیدہ ہیں۔ جو صدیوں سے متلاشیان حق کے قلوب واذہان کو اپنے تابش نور سے جلا بخش رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار کر کے شریعت اسلامی پر عمل پیرا ہونے والے افراد کیلیے تو قرآن پاک سراسر شفاء ہے۔ سینوں میں پنہاں روگ اور افکار میں مضر امراض اس کی سریع الاثر تاثر سے بالکلیہ زائل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

یا یها الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم وشفآء لما فی الصدور وهدی ورحمة للمومنین

یعنی اے لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفاء اور اہل ایمان کیلیے ہدایت اور رحمت آ چکی ہے (سورۃ یونس: ۵۷)

اور فرمایا:

قرآن پاک کی آیات کریمہ ایک عظیم گنجینہ حکمت کی امین ہیں ان میں اسرار ورموز اور معارف ونکات کے ان گنت خزانے پوشیدہ ہیں۔ جو صدیوں سے متلاشیان حق کے قلوب واذہان کو اپنے تابش نور سے جلا بخش رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار کر کے شریعت اسلامی پر عمل پیرا ہونے والے افراد کیلیے تو قرآن پاک سراسر شفاء ہے۔ سینوں میں پنہاں روگ اور افکار میں مضر امراض اس کی سریع الاثر تاثر سے بالکلیہ زائل ہو جاتے ہیں

* وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنين۔ ولا یزید الظلمین الا خسارا

یعنی اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو اہل ایمان کیلئے شفاء اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے (سورۃ الاسراء:۸۲)

اور فرمایا:

قل ھو للذین اٰمنوا ھدی وشفاء والذین لا یومنون فی اٰذانھم وقر وھو علیھم عمی اولٰئک ینادون من مکان بعید۔

یعنی کہہ دو کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کیلئے یہ ہدایت اور شفاء ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کیلئے کانوں میں گرانی یعنی بہرا پن ہے اور یہ ان کے حق میں اندھے پن کا موجب ہے گویا کہ انہیں دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔ (سورۃ فصلت:۴۴)

قرآن پاک کے لاتعداد فضائل و مناقب کے باوجود یہ ایک افسوسناک اور غم انگیز حقیقت ہے کہ اس پاک کتاب کے احکام وفرامین سے ہر دور میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر روگردانی کی روش اختیار کی گئی اور اس کے حقوق وفرائض کی ادائیگی سے اجتناب برتا گیا۔ حالانکہ اللہ تو اہل ایمان کا یوں تذکرہ فرماتے ہیں:

ان الذین یتلون کتاب اللہ واقاموا الصلا وانفقوا مما رزقناھم سرا وعلانیة یرجون تجارة لن تبور

یعنی بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ اس تجارت کے فائدے کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہو گی۔ (سورۃ فاطر:۲۹)

اور فرمایا:

الذین اتینھم الکتب یتلونه حق تلاوته اولٰئک یومنون به ومن یکفر به فاولٰئک ھم الخاسرون۔

یعنی جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو (ایسا) پڑھتے ہیں جیسا کہ اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ یہی لوگ اس پہ ایمان رکھنے والے ہیں اور جو اسے نہیں مانتے وہ خسارا پانے والے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ:۱۲۱)

لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ سوائے چند افراد کے اکثریت اسے محض ایک خیر وبرکت والی کتاب ہی سمجھتی ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا تو درکنار، مجرد تلاوت کرنا بھی گوارا نہیں کرتی۔ قرآن پاک کے ساتھ ہمارے قابل افسوس طرز عمل کی ایک ہلکی سے جھلک مولانا ماہر القادریؒ کے ان شعار سے مترشح ہے:

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں\
تعویز بنایا جاتا ہوں، دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں\
جزدان حریر و ریشم کے، اور پھول ستارے چاندی کے\
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں\
جس طرح سے طوطا مینا کو کچھ بول سکھائے جاتے ہیں\
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں، اس طرح سکھایا جاتا ہوں\
جب قول وقسم لینے کیلئے تکرار کی نوبت آتی ہے\
پھر میری ضرورت پڑتی ہے، ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں\
دل سوز سے خالی رہتے ہیں آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں\
کہنے کو میں اک اک جلسہ میں پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں\
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے، سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے\
اک بار ہنسایا جاتا ہوں سو بار رلایا جاتا ہوں\
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے، قانون پہ راضی غیروں کے\
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں، کس عرس میں میری دھوم نہیں\
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

ہم کہتے ہیں کہ قرآن حکیم کے حقوق کے ذیل میں بحیثیت مجموعی ہم پر تین امور کی بجا آوری لازم ہے جو کہ حسب ذیل ہیں:

۱) تلاوت قرآن ۲) فہم قرآن

۳) قرآن پر عمل

یہ تینوں حقوق قرآن اس وقت مختلف تناسب سے امت مسلمہ میں رائج ہیں اگرچہ ان تینوں کی اہمیت وافادیت یکساں حیثیت کی حامل ہے اور ان سب کی ادائیگی کا ایک ہی معیار سے اہتمام کرنا چاہئے لیکن اس میں بھی ہم افراط و تفریط کا شکار ہیں کچھ لوگ اگر تلاوت قرآن کا اہتمام کرتے ہیں تو باقی دونوں پہلوؤں یعنی ''فہم قرآن'' اور ''قرآن پر عمل'' سے یکسر بے پرواہ ہیں اور چند افراد اگر فہم قرآن پر توجہ مرکوز کرتے ہیں تو صرف اس تک ہی محدود ہیں، قرآن پر عمل اور اس کے احکام کی بجا آوری کی انہیں کوئی فکر نہیں ان سب کے برعکس جو لوگ مطلق طور پر قرآن حکیم پر عمل کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور اس سلسلے میں صبح وشام اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے ہیں وہ اپنے فعل میں منفرد اور ریاضت میں یکتا ہیں۔ بغور

دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن پاک کا اصل اس پر عمل کرنا ہی ہے، ''تلاوت قرآن'' اور ''فہم قرآن'' اسی کے ذیل میں آجاتے ہیں کیونکہ جو بندگان خدا قرآن پاک کے احکام بجا لانے والے اور اس کی ہدایات پر سر تسلیم خم کر دینے والے ہونگے وہ لامحالہ اس کی تلاوت سے بھی فیضیاب ہوتے ہونگے اور اس کے فہم سے بھی اپنے دامن علم کو سیراب کرتے ہونگے۔ پس ہر طرح کی حمد و ثنائے سرمدی اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے۔ قرآن حکیم سے متعلقہ ان امور کی خطورت (Significance) کا بیان مندرجہ ذیل ہے:

۱) تلاوت قرآن

قرآن حکیم کی تلاوت مسلمہ اہمیت و خطورت کی حامل ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

ان الذین یتلون کتاب اللہ واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا مما رزقنھم سرا وعلانیۃ یرجون تجارۃ لن تبور

یعنی بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ اس تجارت کے فائدے کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہوگی۔ (سورۃ فاطر:۲۹)

ہادی برحق حضرت محمد ﷺ کی حدیث پاک میں تلاوت قران پاک کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے:

وعن عقبۃ بن عامر قال خرج رسول اللہ ﷺ ونحن فی الصفۃ فقال ایکم یحب ان یغدو وکل یوم إلی بطحان او العقیق فیاتی بناقتین کوماوین فی غیر اثم ولا قطع رحم فقلنا یا رسول اللہ کلنا نحب ذالک قال افلا یغدو احدکم إلی المسجد فیعلم او یقرا ایتین من کتاب اللہ خیر لہ من ناقتین وثلاث خیر لہ من ثلاث و اربع خیر لہ من اربع ومن اعدادھن من الابل۔

یعنی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے تو ہم مقام صفہ پر بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ وہ روزانہ بطحان (ایک وادی) کا عقیق (ایک جگہ کا نام جو مدینہ منورہ سے دو یا تین میل کے فاصلے پر تھی، دیکھیے: مرعاۃ المفاتیح ۱۷۲/۷) کی طرف جائے اور وہاں سے دو اونٹنیاں بڑے کوہان والی بغیر کسی گناہ کے اور انقطاع صلہ رحمی کے لائے؟ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم سب پسند کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص مسجد جاتا ہے اور وہاں اللہ کی کتاب کی دو آیات کسی کو سکھاتا ہے یا خود پڑھتا ہے تو وہ اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور چار آیتیں اس کیلئے چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں حاصل یہ کہ اونٹنیوں کی تعداد آیات کی تعداد سے (ہر صورت میں) کم تر ہے۔ (صحیح مسلم)

اہل ایمان پر جب کتاب عزیز کی آیات بینات تلاوت کی جاتی ہیں تو اس وقت ان کی قلبی کیفیت اور ایمانی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون۔

یعنی اہل ایمان تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انہیں اس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار

> حسن بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا کہ قرأت قرآن کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیا حالت ہوتی تھی؟ آپؓ نے فرمایا: وہ ایسے تھے جیسے ان کی مدح اللہ تعالیٰ نے کی ہے یعنی ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں اور ان کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا

(ہی) پر بھروسہ رکھتے ہیں (سورۃ الانفال:۲)

اور فرمایا:

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابها مثانی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم ثم تلین جلودهم وقلوبهم إلی ذکر الله ذالک هدی الله یهدی به من یشآء ومن یضلل الله فما له من هاد

یعنی اللہ تعالیٰ نے نہایت اچھی کتاب نازل فرمائی ہے (جس کی آیات باہم) ملتی جلتی (ہیں) اور دہرائی جاتی (ہیں) جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے بدن کے (اس پاک کتاب کی آیات کی تلاوت سے) رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہی اللہ کی ہدایت ہے وہ اس سے جس کو چاہئے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہی گمراہ کردے اسے راہ دکھانے والا کوئی نہیں۔ (سورۃ الزمر:۲۳)

حسن بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا کہ قرأت قرآن کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیا حالت ہوتی تھی؟ آپؓ نے فرمایا: وہ ایسے تھے جیسے ان کی مدح اللہ تعالیٰ نے کی ہے یعنی ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں اور ان کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ (تحفۃ الواعظین لابن الجوزیؒ: ص ۱۲۴، اردو)

قرآن پاک کے ادب کا تقاضا ہے کہ اس کی تلاوت کو روزمرہ کے معمولات میں شامل کیا جائے اور حتی الامکان اس سلسلے میں تساہل اور لاپرواہی برتنے سے اجتناب کیا جائے۔ قرآن حکیم کی تلاوت پڑھنے والے کے دل میں عمل کا جذبہ پیدا کرتی اور نیکی کو مہمیز دیتی ہے جو لوگ تلاوت قرآن کا استقلال و ثابت قدمی سے التزام واہتمام کرتے ہیں وہ عملی اعتبار سے اگرچہ سست رو ہی کیوں نہ ہوں، پھر بھی اس شخص سے بدرجہا بہتر ہوتے ہیں جس نے کبھی قرآن حکیم کو کھولا بھی نہ ہو۔

ہر شخص روزمرہ تلاوت قرآن کا نصاب اپنی سہولت اور وقت کی کیفیت کو مدنظر کر ترتیب دے سکتا ہے تاہم حفاظ کرام کیلئے مناسب ہے کہ وہ روزانہ کم از کم دو سپاروں کی دہرائی کا اہتمام کریں تاکہ اللہ کی توفیق اور مہربانی سے نسیان کا امکان باقی نہ رہے جیسا کہ علامہ وحید الزمانؒ نے ''موطا امام مالکؒ '' کے ترجمہ میں بیان کیا ہے (۱۷۲)

۲) فہم قرآن

قرآن حکیم جن و انس کے نام خالق کائنات کا لازوال پیغام ہے یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں تمام شعبہ ہائے زیست کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ قرآنی احکام و تعلیمات کا اعجاز ہے کہ ان میں انفرادی اور اجتماعی امور و معاملات پر یکساں انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے اور کسی بھی معاملے کو اپنی اصل کے اعتبار سے تشنۂ بحث اور نامکمل نہیں چھوڑا گیا۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں درآنے والی لاتعداد اخلاقی و شرعی برائیوں کا اصل سبب قرآن حکیم کی دعوت سے ناآشنائی اور اس کے فرامین سے بے خبری ہے۔ معاشرے کے اخلاقی مفاسد پر بحث کی جائے یا معیشت میں وارد شدہ برائیوں پر توجہ مرکوز کی جائے، عالم اسلام کی استبداد و استعمار کے سائے تلے پروان چڑھنے والی عمومی ذہنیت پر روشنی ڈالی جائے یا دین و سیاست کے مابین فرق روا رکھنے والے ارباب عقل و خرد کے انداز فکر اور اسلوب تدبر کو پرکھا جائے۔ غرضیکہ جس جگہ بھی علمی و عملی لغزش کے آثار ملیں گے۔ اسی جگہ ''فہم قرآن'' کی عدم موجودگی بھی دریافت ہوگی۔ خود قرآن نے بھی تطہیر باطن اور اصلاح ظاہر کیلئے تدبر پہ ان الفاظ میں زور دیا ہے:۔

(افلایتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالها)۔ (ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر)۔

یعنی تحقیق ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے پس کوئی ہے جو (اس میں) تدبر کرے؟ (سورۃ القمر:۱۷)

الاخوان المسلمون کے ممتاز رہنما سید قطب شہید رحمہ اللہ اپنی تصنیف ''معالم فی الطریق'' میں رقمطراز ہیں:

''یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ جب ہم ان مسائل کے بارے میں رہنمائی حاصل کرنے کیلئے اسلام کے چشمہ صافی (قرآن حکیم) کی طرف رجوع کریں تو ''علم برائے عمل'' کے احساس و جذبہ کے ساتھ اسے پڑھیں نہ کہ لطف اندوزی، تسکین ذوق اور بحث و تحقیق کے شوق کی بناء پر ہم یہ معلوم کرنے کیلئے اس کی طرف رجوع کریں کہ وہ ہم سے کیسا انسان بننے کا مطالبہ کرتا ہے تاکہ ویسا انسان ہم بن کر دکھائیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مقصد حقیقی کے حصول کے دوران ہم پر قرآن کا

فنی کمال اورادبی حسن بھی آشکارا ہوجائے گا، اسکے حیرت انگیز قصے بھی ہمارادامن دل پکڑیں گے، اور اس کی وجدانی منطق بھی ہمیں حاصل ہوگی۔ الغرض وہ سب لذتیں ضمناً ہمیں حاصل ہونگی جن کی تلاش جویان علم کو ہوتی ہے اور جن کی طلب میں ارباب ذوق سرگرداں رہتے ہیں۔ بے شک ان سب فوائدولذائذ سے ہم ہمکنار ہونگے لیکن یہ چیزیں ہمارے مطالعہ کا اصل مقصد ہوں گی۔ ہمارا اصل مقصد صرف یہ معلوم کرنا ہوگا کہ قرآن ہم سے کس طرح کی عملی زندگی کا مطالبہ کرتا ہے؟ (اردو ترجمہ: جادہ ومنزل،۹۲۔۹۳)

مناسب یہ ہے کہ ترجمہ وتفسیر کے ساتھ احادیث مبارکہ کی روشنی میں قرآن حکیم پڑھنے کا اہتمام کیاجائے اور اس کی آیات پر تفکرو تدبر کیا جائے۔ بعض اہل فکرونظر کے نزدیک قران پاک کے پیغام کو سمجھنا اس کی تلاوت سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا طرز عمل ہمارے لئے مشعل راہ ہے جسے امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے:

عن مالک انہ بلغہ ان عبداللہ بن عمر مکث علی سورۃ البقرۃ ثمانی سنین یتعلمھا

یعنی امام مالک رحمہ اللہ کو پہنچا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سورۃ البقرۃ (کے احکام و فضائل اور اوامر ونواہی) کو آٹھ سال تک سیکھتے رہے۔ (موطاامام مالکؒ، کتاب القرآن، باب ما جاء فی القرآن)

اس کے علاوہ خطیب بغدادیؒ کی روایت کے مطابق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارہ سال تک سورۃ البقرہ سیکھتے رہے اور انہوں نے جب اسے ختم کیا تو ایک اونٹ کی قربانی دی۔ (دیکھئے: اوجز المسالک الی موطا مالک،۴/۱۳۶) اورالجامع لاحکام القرآن للقرطبیؒ ۱/۳۰)

۳۔ قرآن پر عمل

اسلام ایک عملی زندگی کا نام ہے جس کے احکام وقوانین کی بنیاد مضبوط اساسیات پر قائم ہے یہ کسی تصوراتی دنیا یا غیر حقیقی اسلوب حیات کا نام نہیں کہ جس میں دخول ہی فقط مقصود ہو اور پھر انسان ہر طرح کی اخلاقی وشروعی حدود وقیود سے بالکلیہ آزاد ہو جائے بلکہ اسلامی شریعت میں اخروی نجات و درجات کے حصول کیلئے اوامر ونواہی کا بجالانا بھی اسی طرح لازمی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اکرم ﷺ کی رسالت کی گواہی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے ایمان اور اعمال صالحہ کے مابین گہرے ربط کو انتہائی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور اخروی فوز وفلاح کو ان دونوں کے ساتھ مشروط کیا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن حکیم میں جس مقام پر بھی اہل ایمان کیلئے انعام واکرام یا نجات ودرجات کا تذکرہ ہے تو اس کے ذیل میں تقریباً ''ہر جگہ پر'' ایمان اور اور اعمال صالحہ کے متصل ذکر کے ساتھ مندرج ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وبشر الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھر

یعنی اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنا دیں کہ ان کیلئے (نعمت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (سورۃ البقرۃ:۲۵)

اور فرمایا:

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصری والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست ہیں (ان میں سے) جو بھی اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھے گا اور نیک اعمال کرے گا تو ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کا صلہ اپنے پروردگار کے پاس ملے گا اور (قیامت کے دن) ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے (سورۃ البقرۃ:۶۲)

اور فرمایا:

والذین اٰمنوا وعملوا الصلحت اولئک اصحب الجنۃ ھم فیھا خالدون

یعنی جو لوگ ایمان لائیں اور نیک اعمال سرانجام دیں وہ جنت کے مالک ہونگے۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (سورۃ البقرۃ:۸۲)

اور فرمایا:

ان الذین امنوا وعملوا الصلحت یھدیھم ربھم بایمانھم تجری من تحتھم الانھر فی جنت النعیم۔

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کو ان کا رب انکے اعمال کی

بدولت (ایسے محلوں کی) راہ دکھائے گا جن کے نیچے نعمت کے باغات میں نہریں بہہ رہی ہونگی۔ (سورۃ یونس:۹)

اور فرمایا:

والعصر۔ان الانسان لفی خسر۔ الاالذین امنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔

یعنی عصر کی قسم کہ انسان خسارے میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے (سورۃ العصر)

سطور بالا میں مندرج آیات ایمان اور اعمال صالحہ کے مابین باہمی ربط کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں۔قرآن حکیم میں اس مفہوم کی مؤید بے شمار آیات موجود ہیں جن کا مکمل احاطہ اس مختصر سے مقالے میں ممکن نہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی کئی احادیث مبارکہ بھی شہادتین کے ساتھ اعمال صالحہ اور قرآن پاک پر عمل کرنے کی اہمیت کو بیان کرتی ہیں۔

عن عثمان وابن مسعود وابی ان رسول الله ﷺ کان یقرئهم العشر فلا یجازونها الی عشر اخری حتی یتعلموا ما فیها من العمل، فیعلمنا القرآن والعمل جمیعا

یعنی حضرت عثمان بن عفان، عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ انہیں دس (آیات) پڑھایا کرتے اس کے بعد وہ اگلی دس (آیات) کی جانب اس وقت تک متوجہ نہیں ہوتے تھے جب تک وہ پڑھی گئی آیات (کے احکام و مسائل اور اوامر ونواہی) پر عمل کرنا سیکھ نہیں لیتے تھے۔پس آپ ﷺ ہمیں قرآن اور (اس پر) عمل دونوں اکٹھے سکھایا کرتے تھے۔(الجامع لاحکام القرآن ۱/۳۰)

اور فرمایا:

قال رسول الله ﷺ من قرا القرآن وعمل بما فیه البس والداه تاجا یوم القیامة ضوءه احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بهذا

یعنی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن پاک پڑھے اور پھر اس پر عمل کرے تو قیامت کے روز اس کے والدین کو ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا کہ جس کی روشنی نور آفتاب سے بھی بڑھ کر ہوگی اور اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہی اتر آئے۔پس (جس عامل قرآن کے والدین کا اس قدر اکرام ہوگا تو خود) اس کے مقام و مرتبہ کے متعلق تمہارا کیا اندازہ ہے؟۔(ابوداؤد، مسند احمد، اس حدیث کی اسناد میں ضعف ہے۔دیکھئے: مرعاۃ المفاتیح ۷/۲۱۶)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو عمل اس لئے نہیں کرتا کہ علم ہی نہیں رکھتا اس کیلئے ایک ہلاکت ہے لیکن جو علم رکھنے کے باوجود عمل نہیں کرتا اس کیلئے سات ہلاکتیں ہیں۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ﷺ ۱۳۶)

سوال یہ ہے کہ کیا نیک اعمال ایمان کے وجود کیلئے ضروری ہیں یا یہ اس کی تکمیل کیلئے لازمی ہیں؟ اگر اعمال صالحہ ایمان کے وجود کیلئے لازمی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص نیک اعمال نہیں کرتا وہ شہادتین کے اقرار کے باوجود مومن نہیں اور اگر اعمال صالحہ ایمان کے وجود کیلئے نہیں بلکہ اس کی تکمیل کیلئے ضروری ہوں تو اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص شہادتین کا اقرار تو کرے لیکن عبادات کی ادائیگی نہ کرے، اس کا شمار تو اہل ایمان ہی میں ہوگا مگر اس کا ایمان ناقص اور نامکمل ہوگا تاہم اس بارے میں علماء کے دو گروہ ہیں ایک کے نزدیک اعمال صالحہ ایمان کے وجود کیلئے لازمی ہیں جبکہ دوسرے کے نزدیک یہ ایمان کی تکمیل کا ذریعہ ہیں (تفصیل کیلئے دیکھئے: فتاویٰ صراط مستقیم ازمولانا محمود احمد میرپوری ۴۱)

ہمارے نزدیک دوسرا قول ہی راجح ہے اور جس قدر ہم علم رکھتے ہیں اس کے مطابق جمہور علمائے امت کا بھی یہی موقف ہے۔واللہ اعلم بالصواب، تاہم اس بحث سے عمل کی اہمیت وقدر میں (معاذ اللہ) کمی کرنا مقصود نہیں بلکہ اس حقیقت کا بیان کرنا مطلوب ہے کہ اسلام کی نظر میں اعمال صالحہ کوئی اضافی یا فاضل شے نہیں بلکہ لازمی امر ہیں جن کا بقدر قدرت التزام ہر کلمہ گو پر ضروری ہے جو لوگ توحید ورسالت کی گواہی ہی کو باعث نجات اور اپنے اسلام کے اعمال ہی کو ذریعہ درجات تصور کرتے ہیں ان کیلئے اس فرمان میں سبق آموز عبرت پنہاں ہے جو نبی اکرم ﷺ نے اپنی دختر عزیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

یا فاطمة! انقذی نفسک من

النار فانی لا املک لکم من الله شیئا غیر ان لکم رحما سابلها ببلالها

یعنی اے فاطمہ! اپنی جان کو (خود جہنم کی) آگ سے بچاؤ کیونکہ میں اللہ کے ہاں تمہارے لئے کچھ اختیار نہیں رکھتا البتہ تم جو مجھ سے ناطہ رکھتے ہو اسے میں جوڑتا رہوں گا (یعنی دنیا میں تمہارے ساتھ حسن مروت اور احسان قرابت کے ساتھ پیش آتا رہونگا۔ (صحیح مسلم مع نووی ۲/۱۰۸۱)

اعمال صالحہ کے باب میں بحیثیت مجموعی ہم سب کا طرز حیات اور اسلوب زیست انتہائی افسوسناک اور غم انگیز ہے آج اہل اسلام کی اکثریت کلمہ گو ہونے کے باوجود اسلامی احکام و تعلیمات سے بے پرواہ ہے مسئلہ عمل کے فقدان کا ہے تو ضمیر کا بحران اس کی شدت میں مزید اضافے کا موجب بن جاتا ہے۔ ہماری مراد اس حقیقت سے ہے کہ ملت اسلامیہ کی اکثریت اس احساس ہی سے عاری اور اس فکر ہی سے نا آشنا ہے کہ قرآن پاک کا مقصد نزول اسے طاقوں کی زینت بنانا نہیں بلکہ اس کی تعلیمات کے سانچے میں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے جملہ امور و معاملات کو ڈھالنا ہے۔ اگر قرآن حکیم کا ادب ہی مقصود ہے تو اس کے اظہار کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے حقوق کی بطریق احسن ادائیگی کا اہتمام کیا جائے۔ اس مقدس کتاب کو بوسہ دے کر پیشانی سے لگانا، معطر جزدان میں لپیٹ کر الماری میں سجانا اور پھر روزمرہ کے جملہ امور میں اسی پاک کلام کے احکام کی نافرمانی کرنا اس کا ادب نہیں بلکہ بدترین (اللہ کی پناہ) تذلیل وتحقیر ہے۔ جس پاکیزہ کتاب اور مطہر صحیفے کو آنکھوں میں سمایا اور دل میں بسایا جائے، دعویٰ تو اس کی محبت کا کیا جائے جبکہ اطاعت و فرمانبرداری اللہ کے دشمن ابلیس لعین کی ہو، یہ کتاب عزیز کے ادب کا کون سا قرینہ ہے؟

اعمال صالحہ کے بیان میں اس حقیقت کی توضیح بھی ضروری ہے کہ شریعت اسلامیہ کے احکام دو حصوں میں منقسم ہیں: ۱) عبادات ، ۲) معاملات

عبادات میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ شامل ہیں جبکہ معاملات کی قسم معاشرتی و تجارتی اور خانگی و سیاسی امور کی تعلیمات وغیرہ پر مشتمل ہے۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ کا فکری المیہ یہ ہے کہ اس میں رائج عمومی رجحان کے تحت صرف نماز، روزہ ہی کو مکمل دین تصور کیا جاتا ہے اور کامل مسلمان اسے ہی سمجھا جاتا ہے جو پانچ وقت کا نمازی ہو اگرچہ اس کی تجارت سودی لین دین پر مبنی ہو، ہمسائے اس کی حرکات سے نالاں ہوں اور گناہ اس کی زندگی کا ایک لازمی حصہ ہوں۔

واضح ہو کہ جس دین اسلام کی نیر و تاباں اور درخشاں و تابندہ تعلیمات کو سرور کائنات حضرت محمد ﷺ لے کر مبعوث ہوئے اس میں نماز اور روزہ وغیرہ کے احکام بھی ہیں اور تجارت و معیشت کے ضوابط بھی، معاشرتی اچھائیوں مثلاً سچ بولنے، کسی کو دھوکہ نہ دینے، ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے، والدین کے ساتھ بھلائی برتنے کے دروس بھی ہیں اور سیاست کے مسائل بھی۔ اسلام مجرد نماز پڑھنے کا نام ہے نہ روزہ رکھنے کا، یہ تو ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جسے مکمل طور پر اپنانے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا استطاعت کے مطابق جس قدر بھی ممکن ہو سکے، پورے اسلام پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یاایها الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة۔ ولا تتبعوا خطوات الشیطن انه لکم عدو مبین۔

یعنی اے ایمان والو، اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا صریح دشمن ہے (سورۃ البقرۃ:۲۰۸)

اللہ ہم سب کو حقیقی مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں چند گزارشات

۱۔ مضمون فل اسکیپ صفحہ کی ایک جانب تحریر فرمائیں
۲۔ فوٹو کاپی کی بجائے اصل تحریر ارسال فرمائیں۔
۳۔ مضمون بھیجنے کے بعد باری کا انتظار فرمائیں۔
۴۔ مضمون لکھتے وقت مکمل حوالہ درج کریں، مثلاً صفحہ نمبر، جلد نمبر، باب وغیرہ۔ (ادارہ)

قارئین متوجہ ہوں

جن قارئین کا سالانہ زرتعاون ختم ہو چکا ہے ان کے پرچہ میں مخصوص دائرے میں سرخ نشان ہے۔ لہٰذا وہ حضرات اولین فرصت میں سالانہ زرتعاون مبلغ -/150 روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں تاکہ ترسیل جاری رکھی جاسکے۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضروری درج کریں۔ (ادارہ)